عدالتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مفہوم

محمد جنادہ نعمانی

اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگرچہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم نہیں ہیں، مگر وہ عادل، مُتقِن، متقی اور انتہا درجہ پرہیزگار ہیں۔ آسمانِ دیانت وتقویٰ کے درخشندہ ستارے ہیں۔ فسق و فجور جن کے قریب بھی نہیں پھٹکا، چنانچہ خداوندِ قدوس نے قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرکے فرمایا:

’’وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ إِلَیْکُمُ الْإِیمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِيْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ إِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ أُولٰئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُوْنَ.‘‘ (الحجرات:۷)

’’لیکن اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اُسے تمہارے دلوں میں پرکشش بنادیا ہے، اور تمہارے اندر کفر کی اور گناہوں کی اور نافرمانی کی نفرت بٹھا دی ہے، ایسے ہی لوگ ہیں جو ٹھیک ٹھیک راستے پر آچکے ہیں۔‘‘

نیز ارشادِ باری ہے:

’’أُولٰئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّأَجْرٌ عَظِیْمٌ.‘‘ (الحجرات:۷)

ترجمہ: ’’یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے منتخب کرلیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی۔‘‘

’’علم العقائد‘‘ کی معروف کتاب ’’المسامرۃ شرح المسایرۃ‘‘ میں ہے:

’’و اعتقاد أھل السنۃ و الجماعۃ تزکیۃ جمیع الصحابۃ رضي اللّٰہ عنھم وجوبًا بإثبات العدالۃ لکل منھم و الکف عن الطعن فیھم و الثناء علیھم ...... و ماجریٰ بین علي و معاویۃ رضي اللّٰہ عنھما .... کان مبنیاً علی الاجتھاد من کل منھما

ا ں نے توبہ کرلی اور اللہ نے انہیں معاف فرمادیا، اس لیے وہ ان غلطیوں کی بنا پر فاسق نہیں ہوئے۔ چنانچہ یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی صحابیؓ نے گناہوں کو اپنی ’’پالیسی‘‘ بنالیا ہو، جس کی وجہ سے اسے فاسق قرار دیا جاسکے۔...... پہلے مفہوم کو توا ں نے صراحتاً غلط کہا ہے اور جمہور اہل سب بھی اسے غلط کہتے ہیں۔ اب آخری دو مفہوم رہ جاتے ہیں، مولانا نے یہ بات صاف نہیں کی کہ ان میں سے کون سا مفہوم وہ درست سمجھتے ہیں۔ مولانا نے یہ بات صاف نہیں کی کہ ان میں سے کون سا مفہوم درست ہے؟ اگر ان کی مراد دوسرا مفہوم ہے، یعنی یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین صرف روایتِ حدیث کی حد تک عادل ہیں، ورنہ اپنی i زندگی میں وہ معاذ اللہ! فاسق و فاجر بھی ہوسکتے ہیں، تو یہ بات ناقابلِ بیان حد تک غلط اور خطرناک ہے. اس لیے کہ اگر کسی صحابیؓ کو فاسق و فاجر مان لیا جائے تو آخر روایتِ حدیث کے معاملہ میں اسے فرشتہ تسلیم کرنے کی کیا وجہ ہے؟ جو شخص اپنے ذاتی مفاد کے لیے جھوٹ، فریب، رشوت، خیانت اور غداری کا مرتکب ہوسکتا ہے، وہ اپنے مفاد کے لیے جھوٹی حدیث کیوں نہیں گھڑسکتا؟...... اسی لیے تمام محدثین اس اُصول کو مانتے ہیں کہ جو شخص فاسق و فاجر ہو اس کی روایت صحیح نہیں ہوتی۔ ورنہ اگر روایات کو مسترد کرنے کے لیے یہ شرط لگادی جائے کہ راوی کا ہر ہر روایت میں جھوٹ بولنا ثابت ہو تو شاید کوئی بھی روایت موضوع ثابت نہیں ہوسکے گی اور حدیث کے تمام راوی معتبر اور مستند ہوجائیں گے، خواہ وہ i زندگی میں کتنے ہی فاسق و فاجر ہوں۔ اور اگر مولانا مودودی صاحب عدالتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو تیسرے مفہوم میں درست سمجھتے ہیں، جیسا کہ اوپر نقل کی ہوئی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے، سو یہ مفہوم جمہور اہل سب کے نزدیک درست ہے، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ا ں نے جو اعتراضات اپنی کتاب میں کیے ہیں، اگر اُن کو درست مان لیا جائے تو عدالت کا یہ مفہوم ان پر صادق نہیں آسکتا۔

(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق، ص:۱۳۹ تا ۱۴۲، ط: معارف القرآن، کراچی، ۲۰۱۶ء)

یہی بحث حضرت مولانا مفتی محمد عثمانی صاحب نے دوسرے باب، صفحہ:۲۵۴ پر بھی کی ہے۔ مولانا محمد ثاقب رسالپوری اسی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’دراصل مولانا مودودی صاحب نے عدالتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا جو مفہوم بیان کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایتِ حدیث کی حد تک تو عادل ہوسکتے ہیں، لیکن زندگی

کے تمام معاملات میں ان سے بعض کام عدالت کے منافی صادر ہو سکتے ہیں۔''

(حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی روایات، ص۱۶۳، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ۲۰۱۱ء)

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع عثمانی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اور بعض علماء نے جو عدمِ عصمت اور عمومِ عدالت کے تضاد سے بچنے کے لیے ''عدالت'' کے مفہوم میں یہ ترمیم فرمائی کہ یہاں ''عدالت'' سے مراد تمام اوصاف واعمال کی عدالت نہیں، بلکہ روایت میں کذب نہ ہونے کی عدالت مراد ہے، یہ لغت وشرع پر ایک زیادتی ہے، جس کی کوئی ضرورت نہیں۔'' (مقامِ صحابہؓ، ص:۶۰)

محققِ اہل السنۃ مولانا مہر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (میانوالی) لکھتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا استثناء، دروغ گوئی خصوصاً کذب فی الروایۃ سے پاک وصاف تھے اور کسی سے بھی کذب کا صدور نہیں ہوا اور بایں معنی عادل ہونا بھی ان کی منقبت کی واضح دلیل ہے، لیکن عدالتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو صرف اس معنی میں منحصر کرنا اور اسے محدثین کی مراد بتانا ناقابلِ تسلیم اور لائقِ مناقشہ ہے، کیونکہ بعض محدثین نے عدالت کی تفسیر میں جھوٹ سے بچنا لکھا ہے تو اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ان محدثین کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم روایت میں عمداً کذب بیانی کے سوا باقی سب اُمور اور شعبہ ہائے حیات میں غیر عادل حتیٰ کہ ہر قسم کے کبیرہ گناہوں تک کا ارتکاب کرتے تھے، جیسے صاحبِ ''خلافت وملوکیت'' اور ان کے حواریوں کا خیال ہے، بلکہ جھوٹ سے بچنے کی تصریح کا مطلب یہ ہے کہ بایں معنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی عدالت اتنی قطعی اور اٹل ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی گناہوں سے عصمت کہ اس میں استثناء یا شذوذ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ کسی عالم نے آج تک یہ لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جھوٹ بولتے تھے، بخلاف چند اور گناہوں کے کہ چند حضرات کی ان سے عصمت کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہر فرد انبیاء علیہم السلام کی طرح قطعی معصوم نہیں کہ صدورِ معصیت محال ہی ہو، ہم نے اپنی کتاب میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔...... عدالتِ صحابہ رضی اللہ عنہم صرف روایت عن الرسول میں منحصر نہیں، بلکہ ان کی سیرت کے ہر پہلو میں عام ہے۔...... محدثین جو عام رُواۃ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ عادل ہیں تو یہ اس کی پوری سیرت کی پاکیزگی پر شہادت ہوتی ہے کہ وہ

کبائر سے مجتنب اور صغائر پر غیر مصر ہیں، پھر اسی بحث میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کہتے ہیں: ''الصّحابۃ کُلُّھم عدول'' کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل ہیں، تو اب اس عدالت کو تجنُّب عن الکذب میں مخصوص نہیں کیا جائے گا، ورنہ لازم آئے گا کہ غیر صحابیؓ کی عدالت صحابیؓ سے افضل ہو، وھو باطل ۔ ....علماءِ اصولِ حدیث اور محدثین ''کُلُّھم عدول'' کی دلیل ذکر کرتے ہوئے یہ جملہ فرماتے ہیں: ''زکّیاھم و عدّلاھم'' کیونکہ خدا اور رسول ﷺ نے ان کا تزکیہ کیا ہے، اور ان کو عادل قرار دیا ہے۔ خدا اور رسول کا یہ تزکیہ اور تعدیل صرف کذب سے اجتناب میں نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم دیگر گناہوں کے مرتکب ہوتے رہتے تھے، بلکہ یہ مجموعی طور پر ان کے اعمال واخلاق کی عیوب سے طہارت اور آلودگیوں سے اجتناب پر شہادت ہے، تو معلوم ہوا محدثین کے نزدیک بھی عدالت میں تعمیم ہے۔ ......بہر حال! تزکیہ، نزاہت، قصدِ معصیت سے تبریہ ان کی شان کی گناہوں سے بلندی جیسے واضح الفاظ ہمارے مؤید ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت عام ہے، اور وہ بالعموم سب گناہوں اور معاصی سے محفوظ ہیں، ایسی صراحتوں کے باوجود کیا اب بھی محدثین پر یہ اتہام لگایا جائے گا کہ ان کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم تعمدِ کذب فی الروایۃ تک عادل تھے، باقی ہر قسم کے کبائر اور معاصی کرتے تھے، اور ذنوب ان سے معدوم نہیں ہوئے تھے؟!۔'' (عدالتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ص: ۷۰ تا ۷۵، طبع ہفتم)

یہ ایک بالکل بدیہی اور سادہ سی بات ہے، اگر یہ موقف تسلیم کرلیا جائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام زندگی میں عادل نہیں، صرف روایتِ حدیث میں عادل ہیں، اور ان کی قبولِ روایت کے لیے عام زندگی میں عدالت ضروری نہیں تو اس سے نہ صرف یہ اصولِ حدیث میں برائے قبولِ روایت عدالت کی شرط ایک مذاق اور مضحکہ خیز قاعدہ بن کر رہ جائے گا، بلکہ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر رواۃ تو عام معاملاتِ حیات میں بھی عادل ہوں اور صحابیِ رسول رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ! عادل نہ ہو، جیسا کہ حضرت مولانا مہر محمد صاحب میانوالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر فرمایا ہے۔

بعض حضرات نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھی ایسی باتوں کی نسبت کی ہے، جس کے جواب میں مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع عثمانی دیوبندی رضی اللہ عنہم نے (مقامِ صحابہؓ، ص: ۶۰، ۶۱ میں) یہ تصریح فرمائی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اولاً: شاہ صاحب کی طرف ان عبارات کی نسبت مشکوک ہے۔ ثانیاً: اگر تسلیم کرلیا جائے کہ یہ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات ہیں تو خلافِ جمہور

ہونے کی وجہ سے متروک ومردود ہیں۔ دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت وتقویٰ پر علماءِ امت کی تصریحات موجود ہیں، ''مشتے نمونہ ازخروارے'' درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت پر مہرِ اثبات ثبت کرتے ہوئے میں فرماتے ہیں:

''وأما معاوية رضي الله عنه فهو من العَدُول الفضلاء والصَّحابة النُّجباء رضي اللّٰه عنه وأما الحروب التي جرت فكانت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصويب أنفسها بسببها وكلهم عدول رضي الله عنهم ومتأولون في حروبهم وغيرها ولم يخرج شيء من ذلک أحدا منهم عن العدالة لأنهم مجتهدون اختلفوا في مسائل من محل الاجتهاد كما يختلف المجتهدون بعدهم في مسائل من الدماء وغيرها ولا يلزم من ذلک نقص أحد منهم .... فكلهم معذورون رضي الله عنهم ولهٰذا اتفق أهل الحق ومن يعتد بهٖ في الإجماع على قبول شهاداتهم ورواياتهم وكمال عدالتهم رضي اللّٰه عنهم أجمعين.'' (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب الفضائل، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم، ۱۵/ ۱۴۹، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ: ''بہرحال سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تو وہ عادل، صاحبِ فضیلت اور معزز صحابی ہیں، جہاں تک ان محاربات ومشاجرات کا تعلق ہے جو اُن حضرات کے مابین پیش آئے تو وہاں ہر ایک کو کوئی اشتباہ والتباس تھا، جس کی وجہ سے ہر ایک نے خود کو درست سمجھا، جبکہ وہ سب کے سب عادل ہیں، اور ان کے مخاصمات و باہمی منازعات میں ان کے پاس تاویل موجود ہے، ایسے کسی معاملہ نے انہیں عدالت سے نہیں نکالا، کیونکہ وہ مجتہد تھے، (جس کا نتیجہ یہ ہے کہ) محلِ اجتہاد میں کچھ مسائل میں ان کا اختلاف ہوگیا، جیسا کہ ان کے بعد بھی مختلف مسائل میں مجتہدین کا اختلاف ہوتا رہتا ہے، اس سے ان میں سے کسی کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی .... لہٰذا یہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معذور ہیں اور اسی وجہ سے اہلِ حق اور ان لوگوں کا کہ اجماع کے باب میں جو لائقِ اعتبار وقابلِ شمار ہے، کا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہیوں اور روایات کے قبول ہونے نیز کمالِ عدالت وتقویٰ پر اتفاق اور اجماع ہے۔''

لہٰذا حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ صرف روایتِ حدیث میں بلکہ تمام امورِ حیات و معاملاتِ زندگی، احوال وآثار اور اوصاف وخصائل میں عادل اور متقی و پرہیزگار ہیں۔ یہ نظریہ کہ ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین صرف روایتِ حدیث میں عادل ہیں'' خلافِ اہل السنۃ والجماعۃ باطل اور غلط ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....